

حرام اور مشتبہ سے اپنے آپ کو بچائیں!

مفتی غلام مصطفیٰ رفیق

اُستاذ رفیق شعبہ مجلس دعوت و تحقیق، جامعہ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ

ذخیرہ احادیث میں چند احادیث ایسی ہیں جنہیں اُمت کے علماء اور فقہاء کرام نے نہایت اہم اور اصولی سمجھا ہے، ان ہی میں سے ایک حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں منقول ہے جو حلال و حرام اور مشتبہات کے احکام سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ پہلے صحابی ہیں جو انصار میں سے سن ۲ ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، نہایت ہی خوش بخت ہیں کہ ان کی والدہ حضرت عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا انہیں لے کر سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ ﷺ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو کھجور چبا کر کھلائی، جسے تحنیک کہتے ہیں۔ تاریخ ابن خلدون میں ان کا ایک ملفوظ لکھا ہوا ہے کہ: ”مجھے کمزور ہو کر اللہ کی اطاعت میں رہنا زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں گناہ گار ہو کر عزت والا بنوں۔“

کتب حدیث میں ان کا ایک مشہور واقعہ بھی آتا ہے اور یہ واقعہ ایک فقہی مسئلہ سے بھی تعلق رکھتا ہے، اس کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے، اور وہ مسئلہ ہمارا معاشرتی مسئلہ بھی ہے، حقوق سے بھی متعلق ہے، یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”میرے والد حضرت بشیر رضی اللہ عنہ مجھے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گئے اور فرمایا کہ: میں نے اپنے اس بیٹے کو کچھ دیا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کے والد نے عرض کیا کہ: میں نے اپنے اس بیٹے (نعمان) کو ایک غلام ہدیہ کیا ہے، آپ ﷺ نے ان کے والد سے فرمایا کہ: کیا تم نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح ایک ایک غلام دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر نعمان سے بھی اس غلام کو واپس لے لو۔ ایک اور روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میرے والد نے مجھے ایک چیز دی تو میری والدہ نے میرے والد حضرت

بشیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میں اس پر اس وقت تک رضا مند نہیں ہوں جب تک کہ تم اس ہبہ پر رسول کریم ﷺ کو گواہ نہ بنا لو، چنانچہ میرے والد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! میں نے اپنے بیٹے نعمان کو ایک چیز دی ہے اور میری اہلیہ عمرہ بنت رواحہ نے مجھ سے کہا کہ میں اس ہبہ پر آپ ﷺ کو گواہ بنا لوں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ”أَفْعَلْتَ هَذَا بَوْلَدِكَ كُلِّهِمْ“... ”جس طرح تم نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے، کیا اسی طرح اپنے سب بیٹوں کو بھی ایک ایک غلام دیا ہے؟“ انہوں نے کہا کہ: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”اتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ“... ”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔“ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا: ”وَأَهْوَى النُّعْمَانُ بِأَصْبَعِيهِ إِلَى أُذُنِيهِ“... ”حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنے سننے کو یقینی طور پر بیان کرنے کے لیے اپنی انگلیوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کیا کہ میرے ان کانوں نے خود سنا۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ“... ”حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔“ یہ پہلا جملہ ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزیں تو وہ ہیں جن کا حلال ہونا سب کو معلوم ہے، اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا حرام ہونا سب کو معلوم ہے، یعنی ان دونوں کا معاملہ صاف اور روشن ہے۔ واضح ہے کہ انسان حلال کو اختیار کرے اور حرام سے اپنے آپ کو بچائے۔ حلال جیسے: نیک کام، اچھی گفتگو، حلال ذرائع سے کمایا ہوا مال وغیرہ اور حرام جیسے کفر ہے، شرک ہے، مردار ہے، جھوٹ ہے، سود کھانا، غیبت کرنا، چغل خوری کرنا، شراب پینا، کسی کا مال چھین لینا، کسی کے حق پر قبضہ کر لینا، وغیرہ، تو ان میں سے حلال چیزوں کو انسان اختیار کرنے والا بنے اور حرام سے دور رہے۔

حلال پر قناعت کرنا

حلال پر قناعت کرنے اور حلال کو اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ برکت بھی دیتے ہیں اور نیک اعمال کی توفیق بھی عطا فرماتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر حلال کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، کھانے پینے سے متعلق بھی انبیاء علیہم السلام کو اور ان کے ذریعہ ان کی اُمتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ حلال اور پاکیزہ چیزوں کو کھاؤ، اور نیک اعمال کرو، سورہ مومنون میں ارشاد ہے:

”يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ“ (المومنون: ۵۱)

”اے پیغمبرو! تم (اور تمہاری اُمتیں) نفیس، پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو (اور)

میں تم سب کے کیے ہوئے کو خوب جانتا ہوں۔“

مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں حلال روزی کے ساتھ عمل صالح کا ذکر فرمایا ہے، جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور یہ ایک دوسرے کے معاون ہیں۔ حلال غذا کا عمل صالح میں بڑا دخل ہے۔ جب انسان کی غذا حلال ہوتی ہے تو نیک اعمال کی توفیق اسے

خود بخود ہونے لگتی ہے اور جب غذا ہی حرام ہو تو نیک کام کا ارادہ کرنے کے باوجود بھی اس راہ میں مشکلات حائل ہو جاتی ہیں اور آدمی نیکی سے محروم ہو جاتا ہے۔

حرام کی نحوست

اسی طرح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا کھانا پینا حرام ہو، اسے دعاؤں کی قبولیت کی بھی آس نہیں لگانی چاہیے، اسے دعاؤں کی قبولیت کی بھی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ سنن ترمذی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کا ذکر کیا: ”يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ“... ”جو طویل لمبا سفر کرتا ہے، پریشان حال ہے، اور اس کے بال خاک آلود ہو رہے ہیں وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے: ”يَا رَبِّ! يَا رَبِّ!“... ”اے میرے رب! اے میرے پروردگار!“، یعنی دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر پکار رہا ہوتا ہے، اس کی ظاہری حالت سے مسکنت عیاں ہے، قابلِ رحم شخص لگتا ہے، ایسی حالت میں اس کی دعا قبول ہونی چاہیے، قبولیت کے ظاہری اسباب بھی موجود ہیں، اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کی دعا رد بھی نہیں ہوتی، اس سب کچھ کے باوجود آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ: ”وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذْيَ بِالْحَرَامِ“... ”اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ روٹی اس کی حرام، کپڑے اس کے حرام، اور جسم اس کا حرام کی روٹیوں سے پلا ہوا“... ”فَأَنِّي يُسْتَجَابُ لِدَلِّكَ“... ”اب کس طرح ایسے شخص کی دعا قبول ہو؟!“ (ترمذی) آج کل بہت سی دعائیں کی جاتی ہیں، مگر لوگوں کا شکوہ یہ ہوتا ہے کہ دعائیں قبول نہیں ہوتیں، اس لیے ہر شخص کو اپنے حال پر غور کرنا چاہیے، اور اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہیے، میں کتنا حلال کھاتا ہوں، اور کس قدر اپنے آپ کو حرام سے بچاتا ہوں؟!

مستجاب الدعوات بننے کا عمل

معلوم ہوا کہ دعاؤں اور عبادات کی قبولیت کے لیے بھی حلال کھانا شرط ہے، اسی لیے ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے گزارش کی کہ یا رسول اللہ! ”أَذْعُ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَنِي مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ“... ”آپ میرے حق میں دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو قبول فرمایا کرے۔“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”يَا سَعْدُ! طَيِّبْ مَطْعَمَكَ، تَكُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ“... ”سعد! پاکیزہ چیزیں کھاؤ، حلال لقمہ کھایا کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول فرماتا رہے گا۔“

حرام کی آمیزش سے بھی بچنے کا حکم

ہمارے پیغمبر ﷺ نے ہمیں حرام کی ذرہ برابر آمیزش سے بھی بچنے کا حکم دیا ہے، حرام مال اگر چہ قلیل کیوں نہ ہو اس کو بھی اپنے حلال مال میں خلط ملط نہ کریں، حرام کو حلال میں شامل نہ کریں، اگرچہ زیادہ مال حلال ہو اور اس میں کسی قدر حرام شامل ہو جائے یہ بھی انسان کے

لیے عبادات اور دعاؤں کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت منقول ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”مَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا بِعَشْرَةِ دَرَاهِمَ، وَفِيهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ...“ ”اگر کوئی شخص ایک کپڑا دس درہم میں خریدے اور ان دس درہم میں سے ایک درہم بھی حرام مال کا ہو، تو ”لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ لَهُ صَلَاةً مَا دَامَ عَلَيْهِ“... ”اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس شخص کی نماز نہیں قبول کرے گا جب تک کہ آدمی کے جسم پر وہ کپڑا ہوگا۔“ اس حدیث کے بیان کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی شہادت کی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں اور کہا کہ: ”صُمْنَا إِنْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهُ يَقُولُهُ“... ”یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے یہ رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے نہ سنا ہو۔“

مشتبہات سے بچنا

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعَرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ.“

”حلال و حرام کے درمیان کچھ مشتبہات ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے، پس جو شخص شبہ میں ڈالنے والی چیز سے بچا، اپنے آپ کو محفوظ رکھا، اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا اور جو شبہ ڈالنے والی چیزوں میں پڑ گیا تو وہ حرام میں پڑ گیا۔“

یعنی کچھ چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی حرمت یا حلال یعنی ان کے حلال و حرام ہونے کے بارے میں دلائل مختلف ہوتے ہیں اور دلائل کے تعارض کی وجہ سے کوئی واضح حکم معلوم نہیں ہوتا، بلکہ یہ اشتباہ رہتا ہے کہ آیا یہ چیزیں حرام ہیں یا حلال ہیں۔ اور ایسی کتنی ہی چیزیں ہیں جن کے حلال ہونے کی دلیلیں بھی ہیں اور حرام ہونے کی بھی، تو اس صورت میں کوئی واضح فیصلہ کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی، تو عام شخص کے بارے میں شریعت کی تعلیم یہی ہے کہ ایسی مشتبہ چیزوں سے انسان اپنے آپ کو بچائے، مشتبہ چیزوں سے بھی احتراز اور اجتناب کرے۔ علماء نے اس کی بہت ساری مثالیں لکھی ہیں، اور یہ اشتباہ معاملات میں زیادہ پیش آ سکتا ہے، لہذا ایسے معاملہ سے بھی انسان بچے جس میں شبہ پایا جاتا ہو۔ اور جو آدمی شبہات سے بچتا ہے وہ حرام سے بھی محفوظ رہے گا اور جو شبہات سے نہیں بچے گا وہ ایک نہ ایک دن حرام میں واقع ہو جائے گا۔ اور جہاں کہیں شبہ پیش آئے وہاں انسان کو مستند علماء سے پوچھ لینا چاہیے کہ آیا یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟ یہ کاروبار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ کا مشتبہ کھجور نہ کھانا

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ

رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی چیز ناپسند ہوتی تو آپ کے چہرے سے معلوم ہو جاتا تھا۔ (معجم طبرانی)

راستے سے گزر رہے تھے، وہاں آپ نے ایک کھجور کا دانہ پڑا دیکھا، تو ارشاد فرمایا کہ: ”لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَنَّ مِنَ الصَّدَقَةِ لَا كَلْتُهَا“... ”اگر مجھے اس کھجور کے بارے میں صدقہ کا خوف نہ ہوتا تو میں اسے کھا لیتا“، یعنی رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کے شبہ کی وجہ سے وہ کھجور نہیں کھائی، باوجودیکہ آپ کو ضرورت تھی۔ اسی لیے ضرورت کے مواقع پر بھی انسان اپنے آپ کو مشتبہ سے بچالے، یہ کمال احتیاط ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مشتبہ نفع سے بچنا

حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ: جہاں شبہ آجائے اس سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بہت بڑے فقیہ، عالم اور بزرگ گزرے ہیں، یہ کپڑے کے بہت بڑے تاجر بھی تھے۔ آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ مشتبہ چیزوں سے بالکل اجتناب کرتے تھے۔ ان کے بارے میں ایک واقعہ یہ لکھا ہے کہ انہوں نے ایک کپڑا بنوا کر سپلائی کیا، اور کپڑا لاکھوں روپے کا تھا، ایک تاجر کو وہ کپڑا فروخت کرنے کے لیے بھیجا، اس تاجر نے یہ دیکھا کہ فی الحال اس کپڑے کے دام ذرا سستے ہیں اور کچھ مہینوں بعد اس کے دام زیادہ ہو جائیں گے تو کپڑا فروخت کرنے سے روک لیا، تاکہ کچھ عرصے کے بعد زیادہ بیچنے سے زیادہ رقم وصول ہو۔ کچھ ماہ بعد جب لوگوں کی ضرورت بڑھی تو انہوں نے دام بڑھا کر کپڑا فروخت کر دیا، اب جب زیادہ رقم لے کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس پہنچے اور خوشی سے بتایا کہ اس کے کچھ عرصہ روک دینے اور کچھ قیمت بڑھانے سے زیادہ دام وصول ہوئے ہیں، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عجب جواب دیا، فرمایا کہ: معاذ اللہ! اللہ کی پناہ! آپ نے تو لوگوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے، یہ کہہ کر خفا ہو گئے، فرمایا کہ: اس مال میں اشتباہ پیدا ہو گیا، لوگوں نے اپنی مجبوری کی وجہ سے زیادہ رقم ادا کی ہے۔ امام صاحب رحمہ اللہ اس نفع پر خفا ہوئے کہ چونکہ اس نفع میں شبہ پیدا ہو گیا ہے، لہذا یہ مال میں نہیں لوں گا، یہ میرے کام کا اب نہیں ہے۔ فرمایا: جاؤ! یہ سب غریبوں میں تقسیم کر دو، اس لیے کہ جب لوگوں کو ضرورت تھی تو تمہیں اسی وقت یہ چیز مقررہ قیمت پر بیچی چاہیے تھی۔ اصل رقم اور نفع سارا تقسیم کر دیا۔ دیکھیے! یہ لوگ کیسے اپنے آپ کو مشتبہات سے بچاتے تھے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تو کیا ہی کہنا! ان کے بلند رتبے اور ذوق تک کس کی رسائی ہو سکتی ہے! یہ حضرات مباح اور جائز امور کو بھی بسا اوقات ترک کر دیتے تھے کہ کہیں ہم ممنوع کی جانب نہ چلے جائیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بخاری شریف میں آتا ہے کہ ان کے ایک غلام نے کھانے کی کوئی چیز ان کی خدمت میں پیش کی، آپ نے اس چیز میں سے کچھ کھا لیا، اس کے بعد غلام نے بتایا کہ مجھے یہ چیز اس طرح حاصل ہوئی تھی کہ اسلام کے دور سے پہلے جاہلیت کے دور میں ایک آدمی کو میں نے اپنے آپ کو کاہن ظاہر کر کے کچھ بتلایا تھا، جیسے نجومی کا ہن لوگ ہوتے ہیں، لوگوں کو

رسول اللہ ﷺ جب کرتے پہننے تو دائیں جانب سے پہننا شروع کرتے تھے۔ (سنن ترمذی)

مستقبل کے احوال وغیرہ بتلاتے رہتے ہیں، شریعت نے ان چیزوں سے سخت منع کیا ہے، ایسے لوگوں کے پاس جانا بھی جائز نہیں، چہ جائیکہ ان سے مستقبل کے احوال پوچھے جائیں یا ان پر یقین کیا جائے، شریعت میں اس کی سخت ممانعت ہے۔ بہر حال! غلام نے کہا کہ اس کہانت کے بدلہ میں اس شخص نے مجھے یہ چیز دی تھی جو میں نے آپ کو کھانے کے لیے دی۔ بخاری شریف میں ہے: ”فَأَذْخَلَ أَبُو بَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ“... ”صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے فوراً حلق میں انگلی ڈال کر دے کر دی کہ یہ چیز تو مشتبہ ہوگئی“۔ دیکھیے! یہ لاعلمی میں جو کھا لیا یہ حرام نہیں تھا، مگر یہ ان حضرات کا تقویٰ تھا کہ جیسے ہی اشتباہ پیدا ہو گیا تو انہوں نے فوراً اپنے پیٹ سے اس چیز کو نکال دیا۔

اسی طرح حدیث کی کتابوں میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دودھ نوش فرمایا تو انہیں بہت اچھا لگا، جس شخص نے انہیں دودھ پلایا تھا اس سے امیر المؤمنین نے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں کا ہے؟ اس نے انہیں بتایا کہ ایک پانی پر (یعنی نام لے کر بتایا کہ فلاں جگہ جہاں پانی تھا) میں گیا، وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ زکوٰۃ کے بہت سے اونٹ موجود ہیں اور انہیں پانی پلایا جا رہا ہے، پھر اونٹ والوں نے اونٹوں کا تھوڑا سا دودھ نکالا، اس میں سے تھوڑا سا دودھ میں نے بھی لے کر اپنی مشک میں ڈال لیا، یہ وہی دودھ ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنے منہ میں ڈالا اور دے کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل کمال تقویٰ اور انتہائی ورع کی بنا پر تھا، ورنہ تو جہاں تک مسئلہ کی بات ہے، یہ تو اگر مستحق زکوٰۃ مال کا مالک ہو جانے کے بعد اسے کسی غیر مستحق زکوٰۃ کو ہبہ کر دے یا اسے تحفہ کے طور پر دے دے تو اسے استعمال میں لانا اور کھانا جائز ہے۔

مشتبہ الفاظ سے اجتناب کا حکم

ایسی باتوں سے اجتناب کریں جن سے اشتباہ پیدا ہوتا ہو، قرآن کریم نے اہل ایمان کو مشتبہ الفاظ استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اپنے غلام یا باندی کو ”عبدی“ اور ”امتی“ نہ کہو، اگرچہ ”عبدی“ کا ظاہری ترجمہ یہی ہے کہ اے میرے غلام! مگر اس لفظ سے یہ اشتباہ ہو سکتا ہے کہ پکارنے والا شاید اپنے آپ کو معبود سمجھ رہا ہو اور کہہ رہا ہو کہ ”عبدی“ اے میرے بندے! اور ”امتی“ اے میری بندی! حالانکہ معبود تو صرف اللہ کی ذات ہے، تو ان الفاظ کے استعمال سے منع فرمادیا، ان کے بجائے فرمایا کہ: یہ کہہ دو: اے جوان! اسی طرح صحیح مسلم کی ایک روایت میں ارشاد فرمایا کہ: ”لَا تَقُولُوا لِلْعَبْدِ الْكَرْمَ“... ”انگور کو ”کرم“ نہ کہو، کیونکہ کرم کے معنی فیاضی، سخاوت اور بخشش کے ہیں، اور کرم تو مومن آدمی کا دل ہوا کرتا ہے۔ انگور سے چونکہ شراب بنائی جاتی ہے، اس لفظ سے بالواسطہ شراب کی تعریف ہوتی

ہے، اس لیے آنحضرت ﷺ نے انکو کرم کہنے سے بھی منع فرمادیا۔
تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص شبہ میں ڈالنے والی چیز سے بچا، اپنے آپ کو محفوظ رکھا، اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا اور جو شبہ ڈالنے والی چیزوں میں پڑ گیا تو وہ حرام میں پڑ گیا۔ لہذا جو شخص مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرتا ہے اسے نہ اپنے دین کے معاملہ میں کسی خرابی کا خوف رہے گا اور نہ کوئی اس پر طعن و تشنیع کرے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں۔“
آپ نے مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہونے والے کو ممنوعہ چراگاہ کے قریب عام جانور چرانے والے چرواہے کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح چرواہے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے جانوروں کو کسی دوسرے شخص کی ممنوعہ چراگاہ سے دور رکھ کر چرائے، تاکہ اس شخص کے جانور اس دوسرے آدمی کی چراگاہ میں نہ گھس جائیں اور اگر چرواہا اپنے جانوروں کو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چرائے گا تو پھر اس بات کا ہر وقت اندیشہ رہے گا کہ اس کے جانور ممنوعہ چراگاہ میں گھس جائیں جس کے نتیجے میں اسے مجرم قرار دے دیا جائے گا۔ اسی طرح انسان کو چاہیے کہ وہ مشتبہ چیزوں سے دور رہے، تاکہ حرام چیزوں میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اور مشتبہ چیزوں سے دور رہنے کا حکم اسی بنا پر ہے، تاکہ آدمی حرام سے بچ پائے، اور شریعت کی اصطلاحات میں اس کو ”سد ذرائع“ سے تعبیر کرتے ہیں۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس کی ایک مثال حدیث سے بیان فرمائی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: ”مَنْ الْكَبَائِرِ شَتَمَ الرَّجُلَ وَالِدَيْهِ“... ”اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سن کر عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ اپنے ماں باپ کو اگرچہ حقیقت میں خود گالی نہیں دیتے، مگر ان کو گالی دلوانے کا سبب ضرور بنتے ہیں اور وہ اس طرح کہ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ اس حدیث کے ذریعہ معلوم ہوا کہ دوسروں کے والدین کو گالی دینا یہ ذریعہ اور سبب بنتا ہے اپنے والدین کو گالی دلوانے کا، لہذا دوسروں کے والدین کو سب و شتم کر دینے سے بھی منع کر دیا، تاکہ یہ ذریعہ اور سبب نہ بنے آدمی کے اپنے والدین کی بے حرمتی کا۔ اس کو سد ذریعہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حدیث میں شبہات سے بچنے کا حکم دیا، تاکہ حرام میں پڑنے سے آدمی محفوظ ہو جائے۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: یہ جان لو کہ ہر بادشاہ کا ایک ممنوعہ علاقہ ہوتا ہے، اس کی اپنی حدود ہوتی ہیں، جس میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں

ہوتی، اور جو داخل ہو جائے وہ مجرم سمجھا جاتا ہے، سزا کا مستحق بنتا ہے، اس کی گرفتاری عمل میں لائی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ممنوعہ علاقہ اور حدود حرام چیزیں ہیں کہ جن میں مبتلا ہونا لوگوں کے لیے ممنوع قرار دے دیا گیا ہے، لہذا جو کوئی اس ممنوعہ علاقہ میں داخل ہوگا یعنی حرام چیزوں کا ارتکاب کرے گا وہ عذاب کا مستحق قرار دیا جائے گا اور پھر ان حرام چیزوں میں بھی بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن کے مرتکب کی بخشش ہی نہیں ہوگی، جیسے: شرک، اور کچھ گناہ اور جرائم ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہیں کہ چاہے ان کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ بخشے چاہے نہ بخشے، البتہ سچے دل کے ساتھ توبہ استغفار سے ہر چیز بخش جائے گی۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ایسی چیزوں کے قریب بھی نہ جائے جن کی وجہ سے حرام کا دروازہ اس کے لیے کھلتا ہو، یا جن کی وجہ سے وہ حرام میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رکھتا ہو۔ علماء لکھتے ہیں کہ جب بندہ اپنی معاشی، تمدنی اور سماجی زندگی کے تمام گوشوں میں ضرورت پر اکتفاء کر لیتا ہے، یعنی بقدر ضرورت ہی کمائی، نفع اور کھانا پینا ہو کہ جس سے اس کا وجود اور اس کی عزت باقی رہے تو ایسا شخص اپنے دین میں ہر خطرہ سے سلامت رہتا ہے اور جب انسان ضرورت کی حد سے گزرنے کی کوشش کرتا ہے تو مکروہات میں داخل ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ حرص و ہوس حد مکروہات سے نکال کر محرمات کی مد میں داخل کر دیتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا اگلا قدم کفر میں پہنچ جاتا ہے۔ العیاذ باللہ!

حدیث مبارکہ کے آخر میں رسول کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: ”اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ (ایمان اور اعمال خیر کی وجہ سے) درست رہتا ہے تو پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، یاد رکھو! گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔“ علماء لکھتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ میں آخر میں رسول اللہ ﷺ نے دل کا ذکر کیا ہے، اور حدیث کی ابتداء میں حلال و حرام اور مشتبہات کا ذکر ہے۔ اس ترتیب سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ دل کی صفائی اور پاکی کے لیے یہ لازم ہے کہ انسان حلال پر اکتفاء کرنے والا بنے۔ حرام سے بھی اور مشتبہ چیزوں سے بھی اپنے آپ کو دور رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حلال پر قناعت نصیب فرمائے اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے ہمیں محفوظ فرمائے۔

مراجع و مصادر

ابوداؤد، صحیح بخاری، صحیح مسلم، تاریخ ابن کثیر، تاریخ ابن خلدون، مشکوٰۃ المصابیح، مظاہر حق، بریقۃ محمودہ فی شرح طریقۃ محمدیہ، معارف الحدیث، معارف القرآن، تفسیر ابن کثیر، تحفۃ المسلمین، موسوعۃ الخطب والدروس، خطب و محاضرات للشیخ عائض القرنی، معالم العرفان، فتاویٰ رشیدیہ، مؤطا امام مالک، سیر الصحابہ

